AL-'ULŪM *(January-June 2021), 2:1*
(20-41)

عہدِ صدیقی میں مشاورت کی صورتیں اور ان کی معاصر تطبیقات

Forms of Consultation in the Era of Haḍrat Abū Bakar Ṣiddīque (R.A) and their Contemporary Applications

Saira Tariq*[1] Muhammad Mudassar Shafique (Ph.D) **

*Visiting Lecturer Department of Islamic Studies, University of Agriculture Faisalabad.

**Visiting Lecturer, NUML University, Multan Campus.

Keywords:

Counseling, Caliphate,

Advisory Concepts,

Consensus,

Haḍrat Abū Bakar Ṣiddīque

Abstract: *Islam advises its followers to attain personal well-being through consultation (Shūrā). Mutual cooperation and consultation is a natural requirement of the society. Consultation is fundamentally contingent on theological, ethical, and social principles that are explicitly found in the Holy Book (Quran) and the tradition of Prophet Muhammad (P.B.U.H) (Sunnah). Historically consultation is characterized by both formal or professional and informal practices within both individual and group session. Consultation is an important part for an Islamic society. This Islamic rule of advisory was adopted in the early caliphate. Haḍrat Abū Bakar Ṣiddīque (R.A) was the head of the Government of the Islamic State. He was aided by an advisory council. All decisions were arrived at through the process of consensus. There was no monopoly about the advisory council. Even an ordinary Muslim could express his/her views and render advice. It was open to the Caliph to accept or reject the advice offered to him, but whenever Abū Bakar (R.A) rejected the advice tendered to him, it was always for a greater reason and rationale. The aim of this paper is to highlight the consultation aspect that was adopted in the era of Haḍrat Abū Bakar Ṣiddīque (R.A).*

Tariq, S., and Shafique, M. M, (2021). Forms of consultation in the era of Haḍrat Abū Bakar Ṣiddīque (R.A) and their contemporary applications. Al-'Ulūm, 2(1), 20-41.

1. Correspondence author Email: sairatariq1813@gmail.com

C

Content from this work is copyrighted by *Al-'Ulūm*, which permits restricted commercial use, research uses only, provided the original author and source are credited in the form of a proper scientific referencing.

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالی نے خلافت کا تاج پہنا کر کر زمین میں اپنی نیابت عطا فرمائی اور اس نائب کے سامنے سے حجابات اٹھا کر علم و معرفت سے آشنا کیا اور اسی علمی برتری کی بنیاد پر نورانی مخلوق سے سے بظاہر مٹی کے پتلے اور بباطن خلیفۃ اللہ المہدی کو تعظیمی سجدہ کروایا۔ حکومت و نیابت کا یہ سلسلہ چلتا رہا تا آنکہ حضرت محمد ﷺ دنیائے ہستی تشریف لائے۔ مقصد وہی تھا اللہ کی نیابت میں اللہ کی مخلوق میں اشرف ترین انسان کو زندگی کی کی شاہراہ پر اللہ کے حکم کے مطابق چلنے کے قابل بنایا جائے ہر کام میں آپ آسمانی رہنمائی کو پیش نظر رکھتے۔ جہاں کوئی واضح حکم نہ ہوتا باہم مشاورت سے معاملات چلاتے۔ تا آنکہ آپ ﷺ کا آخری وقت آپہنچا۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی یہی صورتحال جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قائم رکھی۔

خلیفہ اوّل سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں منفرد مقام حاصل تھا۔ آپ غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی حکومت میں شوریٰ کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی۔ ہر دور میں خیریت وعدل کے متلاشی اقوام وامم کی سیاست کے لیے اس سے بہتر حکومت نہیں پاسکتے۔ نبی پاک ﷺ کی وفات کے بعد فوراًہی خلافت کی ذمہ داری آپ رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر آپڑی۔ اس نازک دور میں مسلمانوں کو کئی مسائل کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ جن کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بصیرت اور مشاورت سے حل کیا۔ آپ کی مدتِ خلافت ۲ سال ۳ ماہ اور ۱۵ دن تھی۔ آپ کا عہد ۱۱ ہجری سے شروع ہوا اور ۱۳ھ کو ۶۳ برس کی عمر میں وفات پائی۔

قرآن پاک اور احادیثِ مبارکہ میں مومنین کی صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے مشاورت کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ اسلام میں حکومت کے قیام کے لیے اور حکمران کے قرآن وسنت کے دائرے میں رہ کر فرائض کی انجام دہی کے لیے مشاورت خاص اہمیت رکھتی ہے۔ مشاورت اُن تمام معاملات میں اختیار کی جاسکتی ہے جن امور میں انسان تذبذب کا شکار ہو جاتا ہے تو اِسی کشمکش کی صورتِ حال میں شریعت نے ہدایت دی ہے کہ ماہرین فن، اربابِ نظر اور ہمدرد افراد سے مشاورت کرلی جائے۔

رسول اللہ ﷺ خود بھی مشاورت سے مختلف امور سرانجام دیا کرتے تھے۔ اگرچہ آپ ﷺ کو بذریعہ وحی بھی کی رہنمائی دی جاتی تھی مگر بعض امور کو حکمت کے پیشِ نظر رسول اللہ ﷺ کی رائے پر چھوڑ دیا جاتا تھا تو آپ ﷺ ان امور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشاورت کرتے۔ رسول اللہ ﷺ کی اِسی سنت کو خلفائے راشدین

نے قائم و دائم رکھا۔ یہاں تک کہ صحابہ کرام نے نظامِ خلافت کی بنیاد بھی مشاورت پر رکھی اور خلافت کے فرائض کی انجام دہی میں بھی شوریٰ کو ضروری قرار دیا۔ خلیفہ اوّل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلافت کا منصب سنبھالنے کے بعد بھی تمام اہم امور میں مشاورت کو ضروری سمجھتے ہوئے جلیل القدر صحابہ کرام سے مشاورت کیا کرتے تھے۔

شوریٰ کا لغوی معنی

شوریٰ کا مادہ لفظ "ش۔و۔ر" ہے۔ اور یہ باب افعال میں "اشار علیہ" سے مشتق اسم ہے۔

۱۔ مفردات القران کے مطابق "شوری" کے معنی ہیں وہ امر جس میں مشورہ کیا جائے۔[۱]

۲۔ مولانا عبد الرشید نعمانی قاضی زین العابدین میرٹھی (م:۱۹۹۱) کی لغات[۲] اور سید فضل الرحمن کی معجم القران کے مطابق شوریٰ کے معنی مشورہ کرنے کے ہیں۔[۳]

۳۔ امام ابن فارس رحمۃ اللہ علیہ "شوریٰ" کے مفہوم میں لکھتے ہیں:

مادہ ش ور سے بنیادی طور پر دو معنی مراد لئے جاتے ہیں۔ ایک کسی چیز کو ظاہر کرنا، واضح کرنا اور دوسرا کسی چیز کو لینا۔

۴۔ شیخ عبد الرحمن عبد الخالق (م:۲۰۲۰ء) رحمۃ اللہ علیہ شوری کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "شوری کی حقیقت کسی مسئلے میں حق بات کے قریب پہنچنے کے لیے اہلِ فن سے کسی رائے کے بارے میں تحقیق کروانا ہے۔"[۴]

۵۔ علامہ محمد مرتضیٰ الزبیدی (م:۱۲۰۵ھ) رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

۱۔ امام راغب اصفہانی، **مفردات القران** (مترجم اردو: مولانا علی محمد عبدہ فیروز پوری) (لاہور: ۱۹۴۷ء)، ۱:۵۵۹۔

۲۔ قاضی زین العابدین میرٹھی، **قاموس القران** (کراچی: اردو بازار، س ن)، ۲۹۷۔

۳۔ محمد عبد الرشید نعمانی، **لغات القران** (کراچی: دارالاشاعت، اردو بازار، نومبر ۱۹۸۶ء)، ۲۹۴۔

۴۔ شیخ عبد الرحمن عبد الخالق، **الشوری فی ظل نظام الحکم الاسلامی** (کویت: مکتبہ دار القلم، س ن)، ۴۷۔

"اہل عرب "شار العسل" کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اس کا معنی ہے اس نے شہد کو اس کے چھتوں اور اس کے پائے جانے کی جگہوں سے نکالا۔"[۵]

۲۔ شوریٰ کا اصطلاحی معنی و مفہوم

علما نے "شوریٰ" کی جو تعریفیں کی ہیں ان میں سے چند اہم تعریفیں مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ ڈاکٹر مصطفی قطب سانو "شوریٰ" کے اصطلاحی مفہوم کے بارے میں لکھتے ہیں:

"کسی ایسے مسئلے کے بارے میں اصحاب علم و فضل کی آراء کو جمع کرنا ہے جس میں کتاب و سنت کی کوئی صریح نص وارد نہ ہوئی ہو۔"[۶]

اور شوریٰ کی سب سے زیادہ جامع تعریف یہی ہے۔

۲۔ ڈاکٹر وھبہ الزحیلی شوریٰ کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کسی مسئلے میں ایسا اجتماع کہ جس میں ہر شخص دوسرے سے مشورہ کرے اور اپنی رائے کا اظہار کرے۔"[۷]

3۔ بقول ڈاکٹر وھبہ الزحیلی امام رازی رحمتہ اللہ علیہ نے شوری کی تعریف یوں کی ہے:

"شوریٰ سے مراد کسی قوم کا باہمی مشورے کے لیے ایک دوسرے کو جمع ہونا ہے۔"[۸]

مندرجہ بالا تعریفوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ لغوی اعتبار سے شوری کا مفہوم مختلف مطالب میں آتا ہے یعنی مشورہ کرنا، کسی چیز کو واضح کرنا، اور اگر اصطلاحی اعتبار سے دیکھا جائے تو شوریٰ سے مراد ہے اہل علم کی آراء کو جمع کرنا، ان کا تقابل کرنا پھر قرآن اور سنت کی روشنی میں ان میں سے بہتر مشورہ پر فیصلہ اور عمل درآمد کرنا۔

۵۔ محب الدین زبیدی، السید محمد مرتضیٰ الحسینی الوسطی الحنفی، **تاج العروس من جواھر القاموس** (بیروت: مکتبہ دار الھدایہ، س ن)، ۱۲: ۲۵۳، ۲۵۲۔

۶۔ ڈاکٹر محمد مصطفیٰ قطب سانو، **معجم مصطلحات اصولِ فقہ** (دمشق: دار الفکر، س ن)، ۲۵۱۔

۷۔ ڈاکٹر وھبہ الزحیلی، **الشوری فی الاسلام** (عمان: المجمع الملکی بحوث الحضارۃ الاسلامیہ، س ن)، ۲: ۴۸۷۔

۸۔ نفس مصدر: ۲: ۴۸۸۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں شوریٰ کی اہمیت

ا۔ شوریٰ کی اہمیت از روئے قرآن

اسلامی نظام سیاست میں مشورے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اسلامی نظامِ حکومت کے اس اہم ادارے (شوریٰ) کے متعلق قرآنِ کریم میں کئی آیات براہ راست شوریٰ کے عام معنی کے ساتھ نازل ہوئی ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾ "(۹)

(اور جو لوگ اپنے کام باہم کے مشورے سے کرتے ہیں۔)

قرآن پاک کی اس آیت میں اہلِ ایمان کی صفات کو بیان کرتے ہوئے اس صفت کو خاص طور پر نمایاں کیا گیا ہے کہ اہلِ ایمان اپنے کام باہم مشاورت سے کرتے ہیں۔ اسی طرح قرآن پاک کی ایک اور آیت میں رسول ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے کاموں میں مشورہ لیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾ (۱۰)

(اے محمد ﷺ) خدا کی مہربانی سے تمہاری افتاد مزاج ان لوگوں کے لیے نرم واقع ہوئی ہے اور اگر تم بدخو اور سخت دل ہوتے تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے تو ان کو معاف کر دو اور ان کے لیے (خدا سے) مغفرت مانگو اور اپنے کاموں میں ان سے مشاورت کر لیا کرو اور جب کسی کام کا عزم مصمم کر لو تو اللہ پر بھروسہ رکھو۔ بے شک اللہ بھروسہ رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔)

مندرجہ بالا آیاتِ مبارکہ سے شوریٰ کا تصور ابھر کر سامنے آتا ہے کہ معاملات میں مشورہ لینا اچھا فعل بلکہ فطرت کے عین مطابق ہے۔

۹۔ القرآن، ۴۲:۳۸۔

۱۰۔ القرآن،، ۳:۱۵۹۔

۲۔ شوریٰ کی اہمیت ازروئے حدیث

رسول اللہ ﷺ کی متعدد احادیث میں شوریٰ کی فضیلت اور امت کے سیاسی نظام کے لیے اس کی ضرورت اور اہمیت بیان ہوئی ہے۔

مندرجہ ذیل روایت سے مشورہ کی اہمیت واضح ہوتی ہے:

"كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ حَيْنَ قَدِمُوْا الْمَدِيْنَةَ يَجْتَمِعُوْنَ فَيَتَحَيَّنُوْنَ الصَّلَاةَ، لَيْسَ يُنَادَى لها۔ فتكَلَّمُوْا يَوْماً فِيْ ذَلِكَ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: اِتَّخِذُوْا نَاقُوساً مِثْلَ نَاقُوْسِ النَّصَارَى، وَقَالَ بَعْضُهم: بَلْ بُوقاً مِثْلَ قَرْنِ الْيَهودِ، فَقَالَ عُمَرْ: أَوَلَا تَبْعَثُونَ رَجُلاً يُنَادِي بالصَّلَاة - فَقَالَ رَسُولُ الله ﷺ: يَا بِلَالُ قُمْ فَنَادِ بالصَّلَاةِ"[۱۱]

جب مسلمان (ہجرت کرکے) مدینہ پہنچے تو اکٹھے ہو کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ اس کے لیے اذان نہیں دی جاتی تھی۔ ایک دن اس بارے میں مشورہ ہوا۔ کسی نے کہا نصاریٰ کی طرح ایک گھنٹہ لے لیا جائے اور کسی نے کہ یہودیوں کی طرح بگل بنالو، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کسی شخص کو کیوں نہ بھیج دیا جائے جو نماز کے لیے پکار دیا کرے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے (اسی رائے کو پسند فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے) فرمایا کہ بلال اٹھو اور نماز کے لیے اذان دو۔)

اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کو اجتماعی معاملات میں مشاورت کا حکم دیا اور آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں اس پر عمل کیا۔ مندرجہ بالا روایت سے واضح ہوتا ہے کہ "شوریٰ اذان" پہلی ہجری کا ایک واقعہ ہے کہ نماز باجماعت کے لیے مسلمانوں کو بلانے کے معاملے پر رسول ﷺ نے اصحاب کی شوریٰ منعقد کی جس کے نتیجے میں نماز کے لیے "اذان" کا طریقہ وضع ہوا۔[۱۲]

اگرچہ رسول اللہ ﷺ کو مشاورت کی ضرورت نہیں تھی البتہ دیگر معاملات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے مستقل طور پر مشورہ فرمایا کرتے تھے تاکہ امت کے لیے ایک سنت جاری ہو جائے۔ حضرت ابو بکر صدیق

۱۱۔ محمد بن اسماعیل ابو عبد اللہ البخاری، **الجامع الصحیح**، المحقق: محمد زہیر بن ناصر الناصر (مصر: دار طوق النجاة، ۱۴۲۲ھ)، ۱:۱۲۴۔

۱۲۔ گوہر رحمٰن، **اسلامی ریاست** (لاہور: المنار بک سنٹر، ۱۹۸۲ء)، ۲۷۸۔

کی خلافت بھی بذریعہ مشاورت قائم ہوئی۔ مشاورت کا یہ اجلاس سقیفہ بنی ساعدہ میں ہوا اور آپ نے مہاجرین و انصار کی باہمی مشاورت سے ہی منصبِ خلافت سنبھالا۔

۳۔ شوریٰ کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہ کے اقوال

سقیفہ بنی ساعدہ میں مشاورت اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت

اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ خلفائے راشدین میں سے کسی کا بھی انتخاب نبی ﷺ نے نہیں کیا اور نہ ہی اس انتخاب میں قرابتِ رسول ﷺ اور خاندانی تعلق کو کوئی دخل تھا۔ خلیفہ اوّل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خلیفہ کے لیے انتخاب بھی مشاورت کے ذریعے ہی ہوا۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ ﷺ کی وفات کا علم ہوا تو انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے۔ بروز سوموار ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ھجری کو رسول اللہ ﷺ کے وصال کے وقت انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں اکٹھے ہوئے اور فوری طور پر کسی کو رسول اللہ ﷺ کا جانشین بنانے کا سوچنے لگے۔ اور ان کی نظریں ان کے سردار سعد بن عبادہ پر ٹھہریں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

> وَاجْتَمَعَتِ الأَنْصَارُ إِلَى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ، فَقَالُوا: مِنَّا أَمِيرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ، فَذَهَبَ إِلَيْهِمْ أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ، وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الجَرَّاحِ،--- ثُمَّ تَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ فَتَكَلَّمَ أَبْلَغَ النَّاسِ، فَقَالَ فِي كَلاَمِهِ: نَحْنُ الأُمَرَاءُ وَأَنْتُمُ الوُزَرَاءُ [۱۳]

(انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں سعد بن عبادہ کے پاس اکٹھے ہوئے اور کہنے لگے ایک امیر ہم میں سے ہو گا اور ایک امیر تم میں سے، جب اس کی اطلاع مہاجرین کو ملی جن میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نمایاں مقام رکھتے تھے۔ فوراً یہ اکابرِ امت سقیفہ بنی ساعدہ پہنچے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امیر مہاجرین میں سے ہو گا اور وزیر انصار میں سے۔)

۱۳- البخاری، **الجامع الصحیح**، 5 : 7-

آپ رضی اللہ عنہ نے دلیل یہ دی کہ مکہ کے لوگ حکومت کے معاملات نسبتاً زیادہ سمجھتے ہیں اور عربوں میں جو قبولیت اہلِ مکہ کو حاصل ہے وہ کسی اور کو حاصل نہیں، اس لیے خلافت کے حق دار مہاجرین ہیں۔[۱۴]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انصار کی تجویز کو مسترد کرتے ہوئے حدیث رسول ﷺ ''**الأئمة من قريش**'' بھی پیش کی۔ جب انصار نے اس حدیث کو سنا تو فوراً اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔[۱۵]

حضرت عمر نے حضرت ابو بکر کا ہاتھ بیعت کے لئے تھام لیا اور اس کے بعد تمام انصار و مہاجرین حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔ اس طرح خلیفہ اوّل کا انتخاب سقیفہ بنی ساعدہ میں مہاجرین و انصار کی باہمی مشاورت سے ہوا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مشاورتی نظام

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے جب کوئی مسئلہ آتا تو آپ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرماتے۔ کتاب اللہ میں اس کے متعلق حکم نہ ہوتا تو رسول ﷺ کی سنت کے مطابق فیصلہ کرتے۔ اگر وہاں سے بھی کوئی واضح ہدایت نہ ملتی تو پھر اکابر صحابہ کو جمع فرماتے اور ان سے مشورہ کرتے۔ جیسا کہ میمون بن مہران سے روایت ہے:

''وأخرج أبو القاسم البغوي عن ميمون بن مهران قال: كان أبوبكر إذا ورد عليه الخصم نظر في كتاب الله، فإن وجد فيه ما يقضي به بينهم قضى به، وإن لم يكن في الكتاب وعلم من رسول الله -صلى الله عليه وآله وسلم- في ذلك الأمر سنة قضى بها، فإن أعياه خرج فسأل المسلمين وقال: أتاني كذا وكذا، فهل علمتم أن رسول الله -عليه الصلاة والسلام- قضى في ذلك بقضاء؟ فربما اجتمع إليه النفر كلهم يذكر عن رسول الله -عليه الصلاة والسلام- فيه

۱۴۔ اسماعیل بن محمد ابن کثیر، **البدایہ و النہایہ** (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۰ھ)، ۵: ۲۸۷۔

۱۵۔ جلال الدین سیوطی، **تاریخ الخلفاء** (لاہور: آصف صدیق پرنٹرز، ۲۰۱۲ء)، ۴۶۔

قضاء، فيقول أبو بكر: الحمد لله الذي جعل فينا من يحفظ عن نبينا، فإن أعياه أن يجد فيه سنة عن رسول الله -عليه الصلاة والسلام- جمع رءوس الناس وخيارهم فاستشارهم، فإن أجمع أمرهم على رأي قضى به'' [۱۶]

(میمون بن مہران کہتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی مقدمہ پیش ہوتا تو آپ پہلے کتاب اللہ میں اس کا حل تلاش کرتے اگر وہاں مل جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ فرماتے لیکن اگر کتاب اللہ میں کوئی حل نہ ملتا اور اس مسئلہ میں آپ کو کسی سنت کا علم ہوتا تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے۔ اگر اس سلسلہ میں آپ کو کوئی ہدایت معلوم نہ ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہتے کہ فلاں مسئلہ پیش آیا ہے کیا تمہارے علم میں اس سلسلہ میں اللہ کے رسول کا کوئی فیصلہ ہے؟ بعض اوقات صحابہ کی ایک جماعت، نبی ﷺ کی کوئی سنت بیان کرتی جس سے آپ خوش ہو کر فرماتے اللہ کا شکر ہے کہ ہم میں اب تک رسول اللہ ﷺ کی سنت کو یاد رکھنے والے موجود ہیں لیکن اگر آپ کو اس طریقے سے بھی کسی سنت کا علم نہ ہوتا تو قوم کے نمائندے اور ان کے اخیار کو جمع کر کے مشورہ کرتے اور ان کی متفقہ رائے سے فیصلہ فرماتے۔)

ا۔ قرآن مجید سے رہنمائی

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہر مسئلے کے حل کے لیے سب سے پہلے قرآن ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ جب رسول ﷺ وفات پاگئے تو مسلمانوں میں عجیب اضطراب پیدا ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو اس صدمے سے نڈھال تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے باحوصلہ شخص نے بھی حوصلہ ہار دیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس موقع پر پھر مسجد نبوی کے منبر پر تشریف لائے اور اللہ کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد لوگوں سے خطاب فرمایا اور کہا اے لوگو غور سے سنو!

''مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللهَ فَإِنَّ اللهَ حَيٌّ لاَ يَمُوتُ، وَقَالَ: {إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ} [۱۷] ، وَقَالَ: {وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ

---

[۱۶]- السیوطی، تاریخ الخلفاء، ۳۷۔

[۱۷]- القرآن، ۳۹:۳۰۔

قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللهُ الشَّاكِرِينَ}-" [18]

(جو محمد کی عبادت کرتے تھے وہ تو وصال فرما گئے ہیں۔ اور جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں انہیں بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ پھر آپ نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت کی: [19] "یقیناً خود آپ کو بھی موت آئے گی اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں۔" اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: "محمد ﷺ رسول ہی تو ہیں۔ ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں تو کیا اگر وہ وصال کر جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم لوگ اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاؤ گے؟)

ان چند کلمات اور قرآن سے استدلال اور استشہاد سے جو لوگ فرط غم کی وجہ سے حیران و ششدر تھے مطمئن ہو گئے۔ اس نازک موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے قرآن پاک کو اولین حیثیت دیتے ہوئے حالات کو سنبھالا اور صحابہ کرام کی راہنمائی فرمائی۔

۲۔ خلافت سے قبل حدیثِ مبارکہ سے رہنمائی

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قرآن پاک کے بعد احادیثِ رسول ﷺ اور سنت رسول ﷺ کو دوسرا ابنیادی ماخذ مانتے تھے جیسا کہ ثقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت خلافت کے حوالے سے حدیثِ رسول ﷺ "**الائمة من قريش**" پیش کی جب انصار صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس حدیث کو سنا تو فوراً اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔

مگر دو خلفا کا تقرر جس قدر باعثِ افتراق ہوتا یہ ظاہر ہے اس لیے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نظمِ خلافت کے درست کرنے کو رسول اللہ ﷺ کی تدفین پر مقدم فرمایا اور یہی ہونا چاہیے تھا۔ اسی طرح جب آپ ﷺ کی تدفین کے حوالے سے آراء مختلف ہوئیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے استدلال کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

۱۸- البخاری، **الجامع الصحیح**، ۵:۷۔

۱۹- القرآن، ۳:۱۴۴۔

''انه لم يدفن نبی قط إلا حيث قبض''[۲۰]

''نبی کو وہیں دفن کیا جاتا ہے جہاں وہ فوت ہوتے ہیں۔''

لہٰذا رسولِ خدا ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے ہی میں دفن کیا گیا جہاں پر آپ ﷺ کا وصال ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کے اہلِ بیت اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی میراث کا حق دار سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی خیال تھا لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث پیش کی کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

'' لاَ نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ فِي هَذَا المَالِ» وَاللهِ لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي ''[۲۱]

(حضرت عباس اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما دونوں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس باغ فدک اور خیبر کی میراث کا مطالبہ لے کر آئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے نبی پاک ﷺ سے سنا ہے کہ ہماری وراثت نہیں ہوتی جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ آل محمد اسی مال میں سے کھائیں گے۔ اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ کے رشتے دار مجھے اپنے رشتہ داروں سے زیادہ محبوب ہیں۔)

۳۔ خلافت سے قبل اکابر صحابہ سے مشورہ

خلافتِ صدیقی میں قرآن و سنتِ رسول ﷺ کسی بھی مسئلے کے حل کے لیے دو اہم ذرائع سمجھے جاتے تھے لیکن جیسا کہ پہلے مذکور ہے کہ اگر آپ رضی اللہ عنہ کو کسی معاملے میں قرآن و حدیث سے ہدایت نہ ملتی تو آپ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع فرماتے اور ان سے دریافت کرتے اور اس سلسلے میں آپ رضی اللہ عنہ نے مہاجرین اور انصار دونوں کو شریک مشورہ رکھا۔ ثقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انصار سے مخاطب ہو کر مہاجرین و انصار کی پوزیشن ان الفاظ میں واضح کی تھی۔

۲۰۔ ابن کثیر، **البدایہ والنہایہ**، ۵:۲۸۷۔

۲۱۔ البخاری، **الجامع الصحیح**، ۵:۹۰۔

''فليس أحد بعد المهاجرين الأولين عندنا بمنزلتكم فتحن الأمراء وأنتم الوزراء لا تفتاتون بمشورة ولا تقضىٰ دونكم الأمور''،[۲۲]

(مہاجرین اولین کے بعد ہمارے نزدیک تم سے زیادہ بلند مرتبہ کوئی اور نہیں ہے۔ ہم امراء ہوں گے اور تم وزراء۔ کسی معاملے میں مشورہ کرتے ہوئے تمہیں الگ نہیں رکھا جائے گا اور تمہارے بغیر کوئی معاملہ طے نہیں پائے گا۔)

اور مسند خلافت پر بیٹھنے کے بعد بھی جب کوئی اہم مسئلہ پیش آتا تو آپ مجلس مشاورت طلب کرتے جیسا کہ ابن خلدون نے لکھا ہے:

''أن ابا بكر الصديق كان اذا نزل به أمر يريد فيه مشاورة أهل الرأى وأهل الفقه ودعا رجالا من المهاجرين والأنصار دعا عمر وعثمان وعليا وعبدالرحمٰن بن عوف ومعاذ بن جبل وابى بن كعب وزيد بن ثابت وكل هؤلاء كان يفتى فى خلافة أبى بكر و إنما تصير فتوى الناس إلى هؤلاء النفر- وكانت الفتوى تعير وهو خليفة إلى عثمان وأبى وزيد''(۲۳)

(بے شک حضرت ابو بکر صدیق کو جب کوئی امر (معاملہ) در پیش ہوتا تو وہ اس میں اہل رائے اور اہل فقہ کے ساتھ مشاورت کرتے۔ اور وہ مردوں میں سے مہاجرین اور انصار کو بلاتے۔ حضرت عمر عثمان اور عبد الرحمن بن عوف، اور معاذ بن جبل اور ابی بن کعب اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کو بلاتے اور پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ان میں سے ہر ایک فتوی دیتا اور بے شک لوگ انہی سے فتوی طلب کرتے تھے۔)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب منبر خلافت پر رونق افروز ہوئے تو آپ پر دوہری ذمہ داری آپڑی تھی۔ ایک تو رسول ﷺ کی جدائی کا غم تھا جس کو سہنے کا سب کو حوصلہ دینا تھا اور دوسرے آپ رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر خلافت کا عظیم بوجھ تھا۔ اسے بھی نبھانا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں ذمہ داریوں کو بہت اچھی طرح نبھایا اور جب بھی مسلمانوں کو کسی اہم مسئلے کا سامنا کرنا ہوتا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مشاورت کے

۲۲۔ حافظ ابو بکر ابن ابی شیبہ، **المصنف**، مترجم: مولانا محمد اویس سرور (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س ن)، ۵:۹۰۔

۲۳۔ عبد الرحمن محمد بن خلدون، **مقدمہ ابنِ خلدون** (لاہور: فیروز سنز، س ن)، ۲۰۶۔

لیے معزز صحابہ کرام کو جمع فرماتے تھے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سردارانِ قوم اور اخیارِ امت متعین اور مخصوص افراد تھے۔ تاریخ نے ان اربابِ علم اور سرداران قوم کے نام محفوظ کر رکھے ہیں۔ ان ناموں پر سرسری سی نگاہ ڈال کر بھی ہم ان سردارانِ قوم کی مشاورت میں پوزیشن کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے چند اہم فیصلے:

ذیل میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت کی چند اہم مثالیں دی جاتی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے بعض معاملات میں مشاورت کی آراء قبول کیں اور بعض معاملات میں نہیں کیں۔ ان کی مختصر تفصیل ذیل میں ہے۔

۱-لشکرِ اُسامہ کے بارے میں صحابہ کرام کی رائے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

یہ سب سے پہلی مہم تھی جو منصبِ خلافت سنبھالتے ہی آپ کو درپیش آئی۔ اس مہم کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ رقم طراز ہیں:

> "لشکر اُسامہ رضی اللہ عنہ کی تیاری رسول اللہ ﷺ کی وفات سے دو روز قبل بروز ہفتہ مکمل ہوئی اور اس کا آغاز آپ ﷺ کی بیماری سے قبل ہو چکا تھا۔ آپ نے ماہ صفر کے اواخر میں جنگ کی تیاری کا حکم دیا۔ اُسامہ کو بلایا اور فرمایا: اپنے والد کی شہادت گاہ کی طرف روانہ ہو جاؤ میں نے تم کو اس لشکر کا امیر مقرر کیا ہے۔"(۲۴)

تیاری مکمل ہونے کے دو دن بعد رسول ﷺ بیمار ہو گئے اور آپ کی بیماری بڑھ گئی، جس کی وجہ سے یہ لشکر روانہ نہ ہو سکا اور مقامِ جرف (مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر شام کی طرف واقع ہے) میں ٹھہرا رہا اور نبی پاک ﷺ کی وصال کی خبر سن کر مدینہ واپس چلا آیا۔ آپ ﷺ کے اس مقصد کی تکمیل کے لئے خلیفہ اول کے اقدامات کے بارے میں علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

> "اور جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خلافت کا عہدہ سنبھالا تو رسول اللہ ﷺ کے وصال کے تیسرے دن ایک شخص کو حکم فرمایا کہ وہ لوگوں میں اعلان کرے کہ اب لشکر اُسامہ کو اپنی مہم پر روانہ ہونا ہے۔ لہٰذا ہر شخص جس کا نام لشکر اسامہ میں ہے، وہ مدینہ چھوڑ کر مقام جرف میں اپنی لشکر گاہ میں پہنچ جائے۔"(۲۵)

۲۴- احمد بن علی ابن حجر عسقلانی، **فتح الباری شرح الصحیح البخاری** (لاہور: المکتبہ السلفیۃ، ۱۴۰۱ھ)، ۸:۱۵۲۔

۲۵- ابن کثیر، **البدایہ والنہایہ**، ۶:۳۰۷۔

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنی آراء رکھیں کہ کچھ مسلمان اور عرب اسلام کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو اپنے سے ایک پوری جماعت کی صورت میں الگ نہ کریں۔

اسی طرح حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ لوٹ آنے کی اجازت طلب کرنے کے لیے بھیجا۔ اور دیگر قائدین جنگ نے متعدد طریقوں سے کوشش کی کہ خلیفہ کو اپنی رائے سے مطمئن کر سکیں۔ جب اس طرح کے مطالبات بڑھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے مہاجرین وانصار کی عام مجلس بلائی۔ اس مجلس شوریٰ میں آپ رضی اللہ عنہ نے تمام لوگوں کے مشورے سنے اور انہیں بات مکمل کرنے کا موقع بھی دیا۔ دوسرے دن پھر سے مجلس شوریٰ بلائی اور آپ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"والذي نفس أبي بكر بيده لو ظننت أن السباع تخطفني لأنفذت بعث أسامة كما أمر به رسول الله ﷺ و لو لم يبق في القرى غيري لأنفذته۔" [۲۶]

(اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں ابو بکر کی جان ہے اگر مجھے یہ یقین ہو کہ درندے مجھے نوچ کر کھائیں گے، تب بھی میں لشکر اسامہ کو بھیج کر رہوں گا، جیسا کہ رسول ﷺ کا حکم ہے۔ اگر بستیوں میں میرے سوا کوئی بھی باقی نہ رہے تب بھی میں اس کو ضرور نافذ کروں گا۔)

اور لشکر اُسامہ کو ان حالات میں اس مہم پر بھیجنے کا فیصلہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کیا اگرچہ یہ تمام مسلمانوں کی رائے کے خلاف تھا، لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کو بھیجنے کا فیصلہ رسول اللہ ﷺ کا تھا۔ اس کے بعد انصار کا اگلا مطالبہ یہ تھا کہ اسامہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ عمر والے شخص کو امیر الجیش بنایا جائے اور اس مقصد کے لیے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بات کریں، تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انصار کی طرف سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بات کی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے آپ اُٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی داڑھی پکڑ کر فرمایا:

۲۶- نفس مصدر، ۶:۳۰۹۔

"ثكلتک أمک وعدمتک يا بن الخطاب! استعمله رسول اللہ ﷺ وتأمرنی أن أنزعه"[۲۷]

(اے خطاب کے بیٹے! تیری ماں تجھے گم پائے اُسامہ کو رسول اللہ ﷺ نے امیر مقرر فرمایا ہے اور تم مجھے حکم دے رہے ہو کہ میں اسے معزول کر دوں۔)

درج بالا بحث سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مشاورت کا پہلا ذریعہ قرآن اور حدیث رسول ﷺ تھے اور جہاں پر حدیث رسول ﷺ یا سنت رسول ﷺ موجود ہوتی، وہاں پر آپ رضی اللہ عنہ مشاورت کے بعد کثرت رائے کے باوجود وہ فیصلہ کرتے جو قرآن یا سنت رسول ﷺ سے ثابت ہوتا۔

۲۔ منکرینِ زکوٰۃ کے متعلق مشاورت اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

نبی پاک ﷺ کے وصال کے بعد کچھ لوگوں نے نماز وزکوٰۃ کے درمیان فرق کیا۔ ان لوگوں نے نماز کا تو اقرار کیا اور زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کیا اور بعض ایسے لوگ تھے، جو زکوٰۃ دینا تو چاہتے تھے، لیکن اُن کے سرداروں نے اُن کو روک دیا تھا۔ بعض صحابہ نے آپ کو مشورہ دیا کہ مانعین زکوٰۃ کو ان کی حالت پر چھوڑ دیں اور مال کے ذریعے سے ان کی تالیف قلب کریں، تاکہ ایمان ان کے دلوں میں پیوست ہو جائے، پھر وہ اس کے بعد زکوٰۃ ادا کریں گے۔ اس مشورے میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سرفہرست تھے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس مشورے کو بھی رد کرتے ہوئے فرمایا کہ میں ان سے جنگ کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ ان لوگوں سے کس بنیاد پر قتال کریں گے، جب کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"أمرت ان أقاتل الناس حتى يقولوا لا إله الا اللہؒ، فمن قالها فقد عصم منى ماله ونفسه إلا بحقه وحسابه على اللہؒ۔" [۲۸]

(مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ لوگ لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لیں۔ جس نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا اس نے اپنے مال وجان کو محفوظ کر لیا، مگر یہ کہ اسلام کا حق آجائے اور اس کا حساب اللہ کے حوالے ہے۔)

۲۷۔ نفس مصدر، ۶:، ۳۰۹۔

۲۸۔ البخاری، **الجامع الصحیح**، رقم: ۳۹۰۰۔

اس کے جواب میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"واللہ لأقاتلن من فرَّق بین الصلاۃ والزکاۃ، فان الزکاۃ حق المال، واللہ لو منعونی عناقاً، کانوا یؤدونہا الی رسول اللہ ﷺ لقاتلتھم علی منعھا، قال عمر: فواللہ ما ھو إلا أن قد شرح اللہ صدر أبی بکر، فعرفت أنه الحق.[۲۹]

(واللہ! میں اس سے ضرور قتال کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان تفریق کرے گا، زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ واللہ اگر انہوں نے بکری کا بچہ جو رسول اللہ ﷺ کو زکوٰۃ میں دیتے تھے، روک لیا تو میں ان سے اس کے روکنے کی وجہ سے قتال کروں گا۔ تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واللہ یہ تو ایسی بات ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا ہے، پھر میں نے پہچان لیا کہ یہی حق ہے۔

اگر دیکھا جائے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اس مشورہ کو نہ ماننا حکمت پر مبنی ہے۔ اگر اس کے بارے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فیصلہ کن رائے نہ ہوتی تو مستقبل میں شر و فساد پھیل جاتا اور تاریخ کا رُخ بدل جاتا، اس سے مشاورت کی اہمیت کم نہیں ہوتی، کیونکہ لشکرِ اُسامہ اور مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد یہ دو ایسے کام تھے، جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ اور سنت موجود تھی۔ لہٰذا ایسا کام جس کے مقابلے میں قرآن اور سنت کی دلیل ہو، اس میں صرف قرآن اور سنت کو ہی دیکھا جائے گا، بلکہ اس عمل سے خلیفۂ رسول نے عملی طور پر ثابت کیا کہ مشاورت کے لئے قرآن اور سنت کو ہی بنیادی حیثیت حاصل ہے اگر ان سے رہنمائی نہ ملے، پھر باہمی مشاورت سے ملنے والی آراء پر غور کرنا چاہیے۔

۳۔ قرآن کی جمع و تدوین

معرکہ یمامہ میں مسلمانوں میں سے بہت سے حفاظ قرآن شہید ہو گئے تھے۔ لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ ڈر لاحق ہوا کہ کہیں قرآن کا بڑا حصہ ضائع نہ ہو جائے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قرآن پاک جمع کرنے کا مشورہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔ کاتب وحی حضرت زید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: کہ معرکہ یمامہ کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلوایا اور میں وہاں پہنچا تو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا:

۲۹۔ نفس مصدر، كِتَابُ الزَّكَاةِ، بَابُ وُجُوبِ الزَّكَاةِ، ۲:۱۰۴، رقم: ۱۴۰۰۔

''إِنَّ عُمَرَ أَتَانِي، فَقَالَ: إِنَّ القَتْلَ قَدْ اسْتَحَرَّ يَوْمَ اليَمَامَةِ بِالنَّاسِ، وَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَسْتَحِرَّ القَتْلُ بِالقُرَّاءِ فِي المَوَاطِنِ، فَيَذْهَبَ كَثِيرٌ مِنَ القُرْآنِ إِلَّا أَنْ تَجْمَعُوهُ، وَإِنِّي لَأَرَى أَنْ تَجْمَعَ القُرْآنَ "، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: قُلْتُ لِعُمَرَ: «كَيْفَ أَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟» فَقَالَ عُمَرُ: هُوَ وَاللَّهِ خَيْرٌ، فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِي فِيهِ حَتَّى شَرَحَ اللَّهُ لِذَلِكَ صَدْرِي، وَرَأَيْتُ الَّذِي رَأَى عُمَرُ، قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: وَعُمَرُ عِنْدَهُ جَالِسٌ لاَ يَتَكَلَّمُ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ، وَلاَ نَتَّهِمُكَ، «كُنْتَ تَكْتُبُ الوَحْيَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»، فَتَتَبَّعِ القُرْآنَ فَاجْمَعْهُ '' (۳۰)

(عمر میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ معرکہ یمامہ میں بہت سے حفاظ قرآن شہید ہو گئے ہیں اور مجھے خطرہ ہے کہ اسی طرح دوسرے مقامات پر بھی حفاظ کا قتل ہوا ہو تو اس طرح قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہو سکتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ قرآن جمع کرنے کا حکم صادر فرمائیں۔ میں نے کہا: میں وہ کام کیسے کر سکتا ہوں جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ عمر نے کہا: واللہ یہ خیر ہے اور برابر اس سلسلہ میں اصرار کرتے رہے۔ یہاں تک اللہ نے میرا سینہ اس کام کے لئے کھول دیا جس کے لئے عمر کا سینہ کھولا تھا۔ اور میری بھی وہی رائے ہے، جو عمر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ اے زید! تم عقلمند نوجوان ہو تم پر ہم کو اتہام نہیں پاتے اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وہی لکھا کرتے تھے۔ لہٰذا تم قرآن تلاش کر کے جمع کرو۔)

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جمع القرآن کا عظیم الشان کارنامہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سرانجام دیا اور اس کارنامے کے لیے آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا آپ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو قرآن پاک ایک جگہ جمع کرنے کا حکم دے دیا۔

۴۔ جھوٹے نبی طلیحہ کے بارے میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مشورہ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اصحاب دانش وبصیرت سے مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشورہ طلب کیا اور فرمایا:

۳۰۔ نفس مصدر، بَابُ قَوْلِهِ: لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ، كِتَابُ تَفْسِيرِ القُرْآنِ، ۶:۱۷۔

"یا عمرو! انک ذو رأی فی قریش وقد تنبأ طلیحة، فماتری؟ واستشاره، ثم سأله عن خالد بن الولید عند اختیاره لقیادة الجند، فأجابه! یسوس للحرب نصیر للموت، له أناة القطاة ووثوب الأسد فعقدله۔" (۳۱)

(اے عمرو! تم قریش میں صاحب رائے ہو، طلیحہ نے نبوت کا دعویٰ کرر کھا ہے، اس سلسلے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ اور ان سے مشورہ طلب کیا۔ پھر خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کو لشکر کی قیادت کے لیے منتخب کرنے کے لئے ان سے خالد رضی اللہ عنہ کے متعلق سوال کیا، جس کا جواب عمرو بن العاص نے دیتے ہوئے فرمایا: وہ تو جنگی پالیسی کے ماہر، موت کے ساتھی اور فاختہ کے انتظار و تحمل اور شیر کی جھپٹ کے مالک ہیں۔)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی یہ رائے سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں کو لشکر کی قیادت سونپ دی اور فرمایا کہ جنگ کے لیے منصوبہ بندی باہمی مشاورت سے کریں۔ خلیفہ اول کے اس مشورہ سے آپ کے طریقہ کار کی وضاحت ہوتی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ تب تک کوئی فیصلہ نہیں کرتے تھے، جب تک صاحب علم و دانش اکابر صحابہ سے کر لیتے۔ اب اس موقع پر بھی آپ رضی اللہ عنہ نے تمام اکابر صحابہ سے مشورہ کیا اور فوج کو تیاری کا حکم دیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے لشکر شام کے قائدین و امراء کو بھی آپس میں مشورہ کرنے کی وصیت کرتے ہوئے فرمایا۔

"وَإِذَا اسْتَشَرْتَ فَاصْدُقِ الْحَدِيثَ تُصْدَقِ المشورَةَ، وَلَا تَخْزُنْ عَنِ الْمُشِيرِ خَبَرَكَ فَتُؤْتَى مِنْ قِبَلِ نَفْسِک" (۳۲)

(جب تم مشورے لو تو خبر سچی بتاؤ، تمہیں سچا مشورہ ملے گا اور مشیروں سے بات مت چھپاؤ ورنہ تمہاری ہی وجہ سے تمہیں نقصان پہنچے گا۔)

۳۱۔ ابو یعقوب جعفر بن وهب، **تاریخ الیعقوبی** (بیروت: مکتبه للطباعة والنشر، ۱۴۰۰ھ)، ۲:۱۲۹۔

۳۲۔ ابو الحسن علی بن الحسین بن علی المسعودی، **مروج الذهب ومعاذن الجواهر** (بیروت: دار المعرفة، ۱۴۰۳ھ)، ۲:۳۰۹۔

اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ قتال کے لیے بھی قائدین کو آپس میں مشورہ کرنے کا حکم دیتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا کوئی ایسا اہم امر نہیں تھا، جس میں آپ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہ کو اکٹھا کر کے مشورہ نہ کرتے ہوں اور پھر سب کی رائے لے کر جو متفقہ فیصلہ ہوتا اس پر عملدرآمد کیا جاتا۔

عہدِ صدیقی رضی اللہ عنہ کی معاصر تطبیقات

عصر حاضر میں بنیادی ڈھانچہ تو اسی انداز میں مرتب کیا گیا ہے کہ مشاورت کے بعد جمہور کی آراء کا خیار کھا جاتا ہے۔ عہد صدیقی میں جمہور سے مراد عوام الناس نہیں تھے بلکہ متعلقہ امور کے ماہرین فن، اہل تقوی، اصحاب الرائے، اہل علم اور سرداران قوم تھے۔ شوری کا حسن ہی یہ ہے کہ قوم کے سب سے اعلی دماغ کسی معاملے پر گہرائی اور گیرائی سے غور و فکر کے بعد قرآن و سنت کے مطابق فیصلے صادر کرتے اور قوانین وضع کرتے۔ جب کہ موجودہ نظام میں کسی بھی بل کو پاس کرنے کے لئے عددی برتری ضروری ہے۔ اگرچہ ان میں سے کوئی ایک بھی متعلقہ معاملے کی الف باء بھی نہ جانتا ہو اور اگرچہ وہ فیصلہ سراسر قرآن و سنت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ حال ہی میں انسداد تشدد بل منظور ہوا جس کی کئی شقیں صراحتاً قرآن و سنت اور اسلامی مزاج کے مخالف ہیں۔

قانون سازی کے حوالے سے دیکھا جائے تو بل کی ابتدا دونوں ایوانوں میں ہوتی ہے اس نظام میں اگر بل نامنظور ہوتا ہے تو اسے دوسرے ایوان میں منتقل کر دیا جاتا ہے اور یہ فیصلہ اکثریتی رائے سے کیا جاتا ہے۔ البتہ یہ اکثریت عددی تو ہوتی ہے لیکن علمی، فنی اور شرعی اعتبار سے بالکل نابلد ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ یونین کونسل، ضلعی کونسل اور ثالثی کونسل بھی کسی حد تک مشاورتی ادارے قرار دیے جا سکتے ہیں لیکن ایوانِ بالا اور ایوانِ زیریں میں مشاورت اور اکثریتِ رائے کا عنصر غالب نظر آتا ہے۔

خلاصہ بحث

مندرجہ بالا بحث سے جو بات سامنے آئی ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو براہِ راست وحی الٰہی کی رہنمائی حاصل تھی۔ چونکہ آپ ﷺ ایک مثالی معاشرے کی تشکیل فرما رہے تھے اس لئے آپ بھی غیر منصوص معاملات میں مشاورت کیا کرتے تھے۔ اسی سُنتِ رسول ﷺ کی پیروی خلیفہ اوّل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کی اگر دیکھا جائے تو خلفاء راشدین کے دور کی شوریٰ آج کی منتخب شوریٰ کے مقابلے میں کئی گنا بہتر تھی۔ تمام

ارکانِ شوریٰ ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے اور تمام ارکانِ شوریٰ کو اپنی رائے کے اظہار کی آزادی تھی۔ خلیفہ اور تمام ارکانِ شوریٰ مشاورت سے کسی نتیجہ پر پہنچتے تھے۔ واقعاتی مسائل زیر بحث لائے جاتے تھے۔

جن معاملات کا تعلق عوام اور معاشرے کے حقوق و مفادات سے ہو اُن معاملات میں خلیفہ ٔ اوّل نے معتمد ماہرین فن، اہل عقل و دانش، اہل علم و دانش اور معاشرے کے سرکردہ لوگوں کو مشاورت میں شامل کر کے امت کے لیے ایک بہترین مثال قائم کی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متصل تھا اور آپ کے پاس صحابہ کی ایسی جماعت تھی جس کی تربیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود کی تھی اس لیے آپ رضی اللہ عنہ نے ہر اہم امر کا فیصلہ بذریعہ مشاورت کیا کچھ معاملات میں آپ نے رائے نہیں بھی مانی جیسا کہ لشکر اسامہ کو بھیجنے اور منکرین زکوۃ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم موجود تھا اسی لیے اس حساس موقع کی نزاکت کی وجہ سے آپ نے رائے قبول نہ کی اس کے علاوہ تمام اہم امور جن میں قرآن کی جمع وتدوین بھی شامل ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی مشاورت سے ہی فیصلے کیے۔ اگر آراء قرآن وسنت سے متضاد ہوتیں تو صدیق اکبر ان آراء کے مقابلے میں حدیث رسول یا عمل رسول کو فوقیت دیتے ہوئے ان آراء کو تسلیم نہ کرتے۔ البتہ قوی استدلال اور مدبرانہ انداز سے اس طرح فیصلہ کرتے کہ دیگر اصحاب بھی تسلیم کرتے کہ صدیق کی بات ہی قابل عمل ہے۔ بحث بالا سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مشورہ اسلامی طرزِ زندگی کا ایک اہم ستون ہے اور مشورے کے بغیر اجتماعی نظام چلانا اللہ کے مقرر کیے ہوئے ضابطے کی خلاف ورزی ہے۔

تجاویزات وسفارشات

اسلامی حکومت میں حکمران کے لیے قرآن وسنت کے دائرے میں رہ کر فرائض کی انجام دہی کے لیے ہر اہم ملکی معاملے میں مشاورت خاص اہمیت رکھتی ہے۔ مشورہ اسلامی طرزِ زندگی کا ایک اہم ستون ہے اور مشورے کے بغیر اجتماعی نظام چلانا اللہ کے مقرر کیے ہوئے ضابطے کی خلاف ورزی ہے۔ خلیفہ اوّل کی مجلس شوریٰ سے عصرِ حاضر میں کس طرح سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ ذیل میں چند نکات بیان کیے جاتے ہیں۔

۱۔ خلیفہ اوّل کے نے شرعی استنباطات کے لیے پہلا ماٰخذ قرآن کریم اور دوسرا احادیث رسول ﷺ اور سنتِ رسول ﷺ کو مانا۔ عصر حاضر میں بھی کسی بھی اہم امر کے حل کے لیے یہی دونوں ماخذ اوّلین ہونے چاہئیں۔

۲۔ خلیفہ کو اگر مندرجہ بالا دونوں ماخذ میں درپیش مسائل کا حل نہ ملتا تو اُن کا طرزِ عمل یہ ہوتا کہ آپ رضی اللہ عنہ معتمد صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو جمع فرماتے اور اُن سے مسئلہ کے بارے میں رائے طلب کرتے۔ اسی نکتے کو اگر عصر حاضر کے حوالے سے دیکھا جائے تو جس طرح خلیفہ اوّل اپنی من مانی نہیں کرتے تھے بلکہ سنتِ رسول ﷺ کے مدِ نظر رکھتے ہوئے مشاورت کرلیتے تھے تو اسی طرح حکومتی معاملات میں کسی کو اپنی من مانی کرنے کا حق نہیں ہے لہٰذا جو معاملہ قومی مفاد سے متعلق ہو اُس میں ماہرین فن، اہل علم، اور اہل الرائے لوگوں کو شریکِ مشورہ کیا جائے۔

۳۔ عہد صدیقی کی طرح مشورے کا مقصد دوسروں کے حقوق پر دست درازی نہ ہو اور نہ ہی مشورہ دینے والا خود کو علیم وخبیر سمجھے۔ مشاورت کو ذمہ داری کا کام اور حساس معاملہ سمجھا جائے اور دل میں آخرت کی بازپرس کا احساس ہو۔

۴۔ عہد صدیقی میں خلیفہ اپنی رائے کو بحیثیت رُکنِ شوریٰ پیش کرتا تھا نہ کہ خلیفہ کی حیثیت سے۔ اس نکتے کو موجودہ دور میں بھی مد نظر رکھا جائے۔ تمام اراکین شوری کو اپنی رائے بحیثیت رکن شوری پیش کرنی چاہیے نہ کہ قول فیصل کی صورت میں۔

۵۔ مجلس شوریٰ میں فرضی مسائل کی بجائے واقعاتی مسائل پر بحث کی جائے اور ان کو ہی مد نظر رکھا جائے۔

Bibliography

1. Al-Qur'ān
2. Zain ul Abidin, Meesathi, Qazi, *Qamūs-ul- Qur'ān*, Karachi: Urdu Bazar, 1998.
3. Noumanī, Muhammad Abdul Rasheed, *Lughāt-ul- Qur'ān*, Karachi: Urdu Bazar, 1984.
4. Ibn-e-Faris, Ahmad Bin Faris Bin Zikria, *M'ujam Maqyīs-ul-Lughāt*, Beirut: Dar-ul-Fiker, 1399 H.
5. Abdul Reham, Abdul Khaliq Yousaf, *Al-Shūrā fī Zil Nizām ul Hikam Al-Islamī,* Kowait: Dar-ul-Qalam.
6. Zubadi, Muhib-ul-Din, *Tāj-ul-'Urūs min Jawāhir al-Qāmūs*, Beirut: Dār-ul-Hidayah.
7. Muhammad Mustafa, *M'ujam Mustalhat Usul Fiqh*, Damisq: Dār-ul-Fiker1328 H.
8. Al-Zuhaili, Wahib, *Al-Shura Fil Islam*, Amman: Al-Jamia Al Mulki Bihawas Al-Hazah Al-Islamia.
9. Nisaai, Ahmad Bin Shoaib Bin Ali, *Al-Sunan*, Beirut: Dār-ul-Fiker, 1328 H.
10. Gohar Rehman, Moulana, *Islamī Riyāsat*, Lahore: Al-Minar Book Center, 1982.
11. Tabri, Abu Jaffar Muhammad Bin Jurair, Imam, *Tafsīr Tabrī*, Beirut: Mososa tul Risalah, 1420 H.
12. Behqi, Ahmad Bin Ul Hussain, Abu Baker, *Al-Sunan Al-Kubrā*, Mecca: Dar-ul-Baz, 1414 H.
13. Al-Muqadusi, Al-Muthar Bin Tahir, *Al-Balad-o-Tarīkh*, Qairo: Al-Saqafah, 1413 H.
14. Ibn-e-Kathir, Ismail Bin Umar Bin Kathir, *Al-Badayah Wan-Nahayah,* Beirut: Dar Abyah Al-Turas Ul Asabi, 1400 H.
15. Sayyuti, Jalal-ul-Din, *Tarīkh-ul-Khulfā*, Lahore: Asif Printer, 2012.
16. Muhammad Bin Saad, Imam, Al-*Tabqāt-ul-Kubrā*, Beirut: Dār Sād.
17. Abdul Rehman Muhammad Bin Khuldūn, al *Muqadamah*, Lahore: Ferooz Sons.
18. Al-Asquilani, Ibn-e-Hijar, Ahmad Bin Ali, *Fath al-Bārī*, Lahore: Al-Maktabah al- Salfiya, 1410 H.
19. Ibn-e-Aseer, Al-Shibani, Abu Al-Hassan, *Al-Kāmil fī al-Tarīkh*, Beirut: Dār Ahyā al-Turāth- al-'Arabī, 1408H.